قرآن کریم کا اندازِ اعجاز۔ ایک تجزیاتی مطالعہ

غازی عبدالرحمٰن قاسمی *
محمد مجتبیٰ **

قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا فقید المثال معجزہ ہے جو اپنے دامن میں بے شمار علوم و معارف کے خزانے لیے ہوئے ہےاس میں اوامر و نواہی، وعظ و نصیحت، عبرت و موعظت، امثال و عبر، بشارتیں اور وعیدیں ہیں۔اقوال سابقہ اور ملل قدیمہ کے واقعات ہیں جو سرمایہ عبرت ہیں اور گزشتہ انبیاءؑ کے حالات ہیں جو استقامت دین کے لیے حوصلہ افزاء ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم علوم و معارف کا وہ سمندر ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں، اس کے علوم کی بلندی اور گہرائی کو جانچنا بشری طاقت سے باہر ہے، جنہوں نے قرآن کریم کے بیان کردہ اقسام علم کو حصر و شمار کرنے کی تمنا کی وہ تھک ہار کر رہ گئے، اس کی وجہ سوائے اس کہ اور کوئی نہیں کہ انسان کا علم، اس کی سوچنے و سمجھنے اور غور و فکر کی صلاحیتیں محدود ہیں۔

اعجاز القرآن کا مفہوم:

قرآن مجید کی صداقت و حقانیت کی روشن دلیل اس کا اعجازی خصوصیات سے مزین ہونا ہے ایک ایسا کلام کہ جس کی مثل و نظیر پیش کرنا بشری طاقت سے باہر ہے قرآن کریم کا اعجاز جس کا کوئی فصیح و بلیغ مقابلہ نہ کر سکا اور نہ کوئی ادیب اس جیسی تحریر لا سکا وہ کس قسم کا ہے۔؟

یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کا جواب ہر زمانے کے لوگوں نے اس موضوع پر کتب تصنیف کرکے دینے کی کوشش کی ہے مگر گزرتے وقت کے ساتھ نئی نئی چیزیں سامنے آرہی ہیں۔علامہ خطابیؒ، رمانیؒ، الزملکانیؒ، امام رازیؒ، ابن سراقہؒ اور قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے اس موضوع پر عربی زبان میں نہایت عمدہ کتب تصنیف کی ہیں اور ماضی قریب میں ہی ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت شاطی نے عربی زبان میں "الاعجاز البیانی" کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں خوبصورت انداز میں موضوع سے متعلقہ مباحث کو تاریخی وارتقائی و تجزیاتی انداز میں پیش کیا گیا ہے اور خود مولفہ نے بعض مقامات پر بہت شاندار تبصرے کیے ہیں۔اردو زبان میں تفسیر حقانی کے مقدمہ

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج ملتان، پاکستان۔
** پرنسپل، لیڈرشپ کالج ملتان، پاکستان۔

میں مولانا عبدالحق حقانیؒ نے اچھوتے انداز میں لکھاہےاور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے "اعجاز القرآن" کے نام سے ایک رسالہ لکھاہے جو کہ نہایت جامع اور شاندار ہے اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم ان کتب کی طرف مراجعت کرکے مزید نکات وفوائد سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

اعجاز القرآن کے حوالے سے ہمیں بہت سے اقوال ملتے ہیں جوامام زرکشیؒ (م-۷۹۴ھ) کی کتاب "البرہان" اور علامہ سیوطیؒ (م-۹۱۱ھ) کی کتاب "الاتقان" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔(۱)

یہاں صرف چند اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ بعض اہل علم کے نزدیک قرآن کے اعجاز کی وجہ اس میں آئندہ ہونے والی باتوں کی پیشین گوئیوں کا پایا جانا ہے جو اپنے مواقع میں سچ ثابت ہوئیں۔مگر علامہ خطابیؒ (م- ۳۸۸ھ) نے اس قول کی تردید کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں یقینا یہ اور اس قسم کی دیگر خبریں اعجاز قرآن کی قسموں میں سے ایک ہیں لیکن یہ چیز قرآن کی ہر سورت میں نہیں پائی جاتی جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہر سورت کو معجزہ قرار دیا ہے اور چیلنج کیاہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس جیسا پیش نہیں کرسکتا۔ارشاد ربانی ہے،"اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورت اس جیسی تصنیف کرلاو اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لیے بلالو۔" (۲) یہاں اللہ تعالیٰ نے کسی سورت کی تعیین نہیں کی ہے معلوم ہوا کہ وجہ اعجاز وہ نہیں جو یہ کہتے ہیں۔" (۳)

اور امام زرکشی نے بھی اس قول کی تردید کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن آیات میں اس قسم کی پیشین گوئیاں بیان نہیں ہوئیں تو ان میں اعجاز نہ ہوا حالانکہ یہ کہنا باطل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر سورۃ کو بذات خود معجزہ بنایاہے۔(۴)

معلوم ہوا کہ یہ وجہ اعجاز القرآن کی وجوہات میں سے ایک وجہ تو بن سکتی ہے مگر اسی میں اعجاز القرآن کا حصر درست نہیں ہے۔

۲۔ بعض کے ہاں قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ اس میں پہلے لوگوں اور گزشتہ قوموں کے قصے اس طرح بیان ہوئے ہیں جیسا کہ ان کو آنکھوں سے دیکھنے والا بیان کررہا ہو، امام زرکشیؒ نے اس کا بھی رد کیا ہے اس لیے کہ قرآن مجید کے اعجاز کی اور انواع بھی ہیں،اعجاز القرآن صرف اسی وجہ میں نہیں ہے البتہ جو وجوہ اعجاز ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے۔(۵)

۳۔ علامہ خطابی نے کہا" اکثر اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ قرآن مجید میں اعجاز کی وجہ بلاغت کی

جہت سے ہے۔جب ان سے بلاغت کی تحدید کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان لوگوں کے لیے اس کی تفصیل بیان کرنا دشوار ہو گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ اسکی تصویر اور تحدید ظاہری طور پر بیان کرنا ممکن نہیں بلکہ علماء ہی اس کی معرفت کر سکتے ہیں۔" (٦)

۴۔ معتزلہ میں سے ابراہیم بن سیار النظام (م-۲۲۱ھ) کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز سلب قدرت کی بناء پر ہے یعنی حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب کو اس قسم کے کلام پر قدرت حاصل تھی، لیکن آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے معارضہ سے ان اسباب کی بناء پر عاجز کر دیا جو بعثت کے بعد پیدا ہوئے لہٰذا ان کی قوت معارضہ کو سلب کر لینا یہ ہی خرق عادت ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔(۷) لیکن محققین نے اس قول کو پسند نہیں کیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (م-۷۲۸ھ) نے بھی اس کو ضعیف ترین قول قرار دیا ہے۔(۸) قرآن کریم کی یہ آیت قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (۹) اس نظریہ کی تردید کرتی ہے،اس لیے کہ یہ آیت اہل عرب میں معارضہ کی قوت موجود ہونے کے باوجود ان کے معارضہ سے عاجز ہونے پر دلالت کر رہی ہے ورنہ اگر ان سے قدرت کاملہ سلب کر لی جاتی تو پھر ان کے اکٹھا ہونے کا کوئی فائدہ نہ باقی رہتا کیونکہ اس حالت میں ان کا اجتماع بے جان مردوں کے اجتماع کے مثل ہوتا اور مردہ لوگوں کا اجتماع کوئی لائق توجہ امر نہیں ہو سکتا۔(۱۰) اور بعض نے یوں کہا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ قرآن کریم کا معارضہ اس کلام سے کر سکتے تھے جو زمانہ جاہلیت میں ان کے شعرا اور فصحاء کے ذخیرہ میں موجود تھا، وہ آسانی سے قرآن کا مثل بن سکتا تھا اور نیز اگر مقابلہ کی طاقت سلب کر کے قرآن میں اعجاز پیدا کرنا مقصود ہوتا تو زیادہ مناسب یہ تھا کہ قرآن کریم بلاغت وفصاحت کا بالکل بھی لحاظ نہ کیا جاتا، کیونکہ قرآن اس صورت میں بھی خواہ بلاغت کے کسی درجہ میں بھی ہوتا تب بھی اس کا معارضہ دشوار ہوتا۔(۱۱)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال اعجاز القرآن کے بارے میں ملتے ہیں۔مندرجہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ اعجاز القرآن کے بارے میں مختلف آراء ہیں ان میں سے کس کو ترجیح دی جائے اور اختیار کیا جائے یہ ایک دشوار گزار امر ہے چنانچہ محققین کی رائے یہ ہے کہ قران کریم مختلف وجوہ اور جہات سے معجزہ ہے اس کو کسی ایک جہت اور وجہ میں منحصر کرنا درست نہیں ہے۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

أن القرآن معجز على جميع الوجوه وهذا الطريق عندنا أقرب إلى الصواب (۱۲)

تحقیق قرآن کریم تمام وجوہ سے معجز ہے اور یہ طریق ہمارے نزدیک درستگی کے زیادہ قریب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ ان کی رائے یہ ہے کہ:

بل هو آية بينة معجزة من وجوه متعددة (۱۳)

بلکہ قرآن کریم واضح نشانی ہے جو کہ متعدد وجوہ سے معجزہ ہے۔

امام زرکشیؒ سیر حاصل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

وهو قول أهل التحقيق: إن الإعجاز وقع بجميع ما سبق من الأقوال لا بكل واحد عن انفراده فإنه جمع كله فلا معنى لنسبته إلى واحد منها بمفرده مع اشتماله على الجميع بل وغير ذلك مما لم يسبق(۱۴)

اور محققین کا قول ہے کہ بے شک قرآن مجید کا اعجاز ان تمام امور کی وجہ سے واقع ہے جن کے بارے میں اقوال بیان ہوئے ہیں نہ کہ ان میں سے انفرادی طور پر کسی ایک وجہ کے ساتھ، اس لیے کہ قرآن مجید نے ان سب باتوں کو اکٹھا کر لیا ہے اور اعجاز القرآن کو ان میں سے تنہا کسی بات کی طرف منسوب کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ ان تمام باتوں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی خوبیوں کا جامع ہے جو کہ پہلے بیان نہیں ہوئیں۔

امام جمال الدین قاسمیؒ (م-۱۳۳۲ھ) نے بھی اس موضوع پر مفصل لکھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

إن سألوا عن إعجاز القرآن: من أي وجه هو:؟ قلنا: المحقق عندنا أنه لوجوه كثيرة(۱۵)

اگر اعجاز القرآن کے بارے میں سوال ہو کہ وہ کس جہت سے ہے تو ہم کہیں گے ہمارے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ وہ وجوہ کثیرہ ہیں۔

چنانچہ یہ قول اختیار کرنا کہ قرآن کی ہر جہت معجزہ ہے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے مخاطبین ایک طرف جہاں عرب کے فصحاء و بلغاء تھے اسی طرح دوسری طرف تا قیامت آنے والے جن و انس ہیں۔ جن میں یہود و نصاریٰ جیسے دینی پیشوائی کے دعوے دار بھی ہیں اور فلاسفۂ یونان سے لے کر ہندوستان کے ہندو جوگ بھی، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آج اتنی صدیاں گزر گئیں، زمانے نے نہ جانے کتنی کروٹیں لیں، انقلابات کے کیسے کیسے دور آئے اور گزر گئے، سائنس و ٹیکنالوجی نے کتنی ترقیاں کیں لیکن آج تک کوئی ایسا فرد سامنے نہیں آیا جو قرآن مجید کی کسی جہتِ اعجاز کو بے اعتبار اور ناقابل اعتماد کر سکا ہو۔ قدرت کی طرف سے قرآن کریم کو اعجاز کا

ایسا روپ عطا ہوا ہے جس میں کوئی آسمانی کتاب اس کی شریک نہیں ہے۔

وجوہ اعجاز مع امثلہ :

قران کریم کی اعجازی خصوصیات اور انداز اعجاز کا مکمل احاطہ انسانی قدرت سے باہر ہے مگر جہاں تک اللہ تعالیٰ نے انسان کو سوچنے و سمجھنے اور غور و فکر کی صلاحیت دی ہے ان کے مطابق قرآن کریم کی وجوہ اعجاز بیان ہوئی ہیں اور ہوتی رہیں گی قرآن کریم کی چند وجوہ اعجاز مع امثلہ ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن مجید میں الفاظ کا انتخاب واستعمال اس قدر جچے تلے انداز میں کیا گیا ہے کہ کسی لفظ کے متبادل دوسرا لفظ رکھ دیا جائے تو کلام میں وہ زور بیان اور سلاست باقی نہیں رہتی اور پورے قرآن مجید میں کسی مقام پر غیر فصیح اور ثقیل لفظ استعمال نہیں ہوا۔ مثال کے طور پر دیکھیے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر زمین وآسمان کا تذکرہ ہوا ہے اور سماء (آسمان) کی جمع سماوات لائی گئی ہے۔ مگر کسی مقام پر ارض (زمین) کی جمع ارضون یا ارضین نہیں لائی گئی اس لیے کہ لفظ ارض بصیغہ مفرد تو فصیح ہے مگر حالت جمع میں یہ ثقیل ہو جاتا ہے اور اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر موجود ہیں۔

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّماواتِ وَالْأَرْضِ (۱۶)

قُلْ لا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلاَّ اللَّهُ (۱۷)

أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ (۱۸)

مگر قرآن مجید میں صرف ایک مقام پر، سات آسمانوں اور سات زمینوں کا اکٹھا ذکر ہوا لیکن وہاں پر بھی "ارض" کو جمع کی صورت میں "ارضون" نہیں لایا گیا بلکہ اس قدر خوبصورت تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ ثقیل لفظ بھی استعمال نہیں ہوا اور مفہوم بھی بحسن خوبی ادا ہو گیا۔ ارشاد ربانی ہے :

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۱۹)

اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ویسی ہی زمینیں۔

یہاں سماء (آسمان) کی جمع تو لائی گئی مگر "ارض" کو جمع لانے کی بجائے اس کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ تعبیر اختیار کی گئی ہے۔(۲۰)

(۲) قرآن کریم میں جو جملے اور تراکیب استعمال ہوئی وہ بھی اعجاز کے اعتبار سے اعلیٰ درجے کے معیار پر ہیں۔ عربوں کے ہاں قاتل سے قصاص لینا قابل تعریف تھا اور کئی ایسے عربی مقولے مشہور تھے جو قصاص کے

فوائد کو بیان کرتے تھے۔

درج ذیل مثالوں پر غور کرنے سے اعجاز کا یہ پہلو سمجھنا آسان ہے۔

بعض القتل إحياء للجميع (۲۱)

بعض لوگوں کا قتل دوسرے تمام انسانوں کے لیے باعث زندگی ہے۔

القتل أقلّ للقتل (۲۲)

قتل کی وجہ سے کم قتل ہوتے ہیں۔

أكثروا القتل ليقل القتل (۲۳)

زیادہ قتل کرو تاکہ قتل کم ہو جائیں۔

القتل أنفى للقتل (۲۴)

قتل قتل کو دور کرتا ہے۔

یہ تمام جملے قصاص کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے اہل عرب کے ہاں معروف تھے۔یہی بات قرآن کریم نے بیان کی ہے مگر کس شان سے یہ غور کرنے سے معلوم ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ (۲۵)

اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

قرآن کریم نے قصاص کی اہمیت ظاہر کرنے کے جو ترکیب اختیار کی وہ اختصار اور جامعیت کا حسین امتزاج ہے اور فصاحت و بلاغت میں جاہلیت کے مذکورہ جملوں سے بہت عمدہ ہے۔

امام ابو بکر جصاص رازیؒ (م-۳۷۰ھ) اور امام ابو الحسن المجاشعیؒ (م-۴۷۹ھ) نے اس ضمن میں موازنہ کرکے چند وجوہات بیان کی ہیں۔

۱۔ ان تمام مقولوں کے حروف تعداد میں زیادہ ہیں جبکہ قرآن کریم کے بیان کردہ جملہ الْقِصَاصِ حَيَاةٌ کے دس حروف ہیں جو ان کے مقابلہ میں کم ہیں۔

۲۔ اسی طرح ان جملوں میں "قتل" کا لفظ مکرر ذکر ہوا ہے اور تکرار عبث چیز ہے اس سے نفس کو مشقت ہوتی ہے جبکہ قرآن کریم کی بیان کردہ ترکیب اس تکرار اسے پاک ہے اور جس عبارت میں تکرار نہ ہو وہ تکرار والی عبارت سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے۔

۳۔ انسانوں کے بنائے ہوئے ان جملوں میں نقص ہے۔وہ اس طرح کہ اگر کسی شخص کو ظلماً قتل کر دیا جائے تو یہ بھی قتل ہے مگر اس سے دوسرے قتل کم یا ختم نہیں ہونگے بلکہ ان میں اضافہ ہوگا،جب کہ قرآن کریم نے قصاص کو حیاۃ کا سبب قرار دیا ہے۔یعنی ہر قصاص میں حیاۃ ہے جب کہ ہر قتل دیگر قتلوں کو دور نہیں کرتا۔

۴۔ اسی طرح ان جملوں میں "قتل" کا لفظ ہے عام طور ایسے لفظوں سے طبیعت وحشت محسوس کرتی ہے جب کہ قرآن کریم کے بیان کردہ جملہ میں "حیاۃ" کا ذکر ہے اور زندگی ہر انسان کو مرغوب ہے۔

۵۔ قرآن کریم کی آیت زیادہ معانی پر مشتمل ہے۔اس میں وہ تمام باتیں موجود ہیں جو عربوں کے قول القتل أنفى للقتل میں ہیں اور اس کے علاوہ قرآنی جملہ میں مزید معانی ہیں جیسے قصاص کے ذریعے عدل کا اظہار ہے۔لفظ حیاۃ کے ذکر سے قتل کی غرض کو بیان کرنا ہے۔(۲۶)

علامہ محمود آلوسیؒ (م-۱۲۷۰ھ) نے اس مقام پر تیرہ کے قریب وجوہ ذکر کیں ہیں جو قرآن کریم کے بیان کردہ اس جملہ کی فوقیت اور فضیلت کو بیان کر رہی ہیں۔(۲۷)

(۳) قرآن کریم کا اسلوب کئی معجزانہ خصوصیات کا حامل ہے۔اس میں اثبات نبوت،توحید ذات وصفات، حلال وحرام ،وعظ ونصیحت ،امر ونہی ،بشارت ووعید ،ترغیب وترہیب ،امثال وقصص ،موعظت وعبرت ودیگر اخلاقی ،معاشرتی ،عمرانی تاریخی ،تمدنی ،عقلی ،روحانی ،آثار قدیمہ سے متعلقہ مضامین کا بیان اس قدر مربوط اور پُر اثر انداز میں بیان ہوا ہے کہ ایک بات سے دوسری بات کی طرف رخ کرتے ہوئے بھی اس کا حسن اسلوب برقرار رہتا ہے۔طبیعت پر اکتاہٹ طاری نہیں ہوتی اور ایک ہی واقعہ جب متعدد مقامات پر ذکر ہوتا ہے تو ہر مقام پر علم ومعرفت کی نئی راہیں کھلتی ہیں ،اسلوب قرآن کے چند گوشوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں ہر جگہ سچائی نظر آئی گی کسی مقام پر بھی جھوٹ اور خلاف واقعہ بات نہیں ہے۔جب کہ شعر وشاعری میں اگر جھوٹ اور مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا جائے تو اشعار میں زور بیان باقی نہیں رہتا،اسی لیے عربوں کے ہاں یہ محاورہ مشہور تھا جس کو شیخ قدامہ بن جعفر البغدادیؒ (م-۳۳۷ھ) نے نقل کیا ہے کہ:

أحسن الشعر أكذبه (۲۸)

سب سے اچھا شعر وہ ہے جس میں جھوٹ کی آمیزش زیادہ سے زیادہ ہو۔

اور شعراء کی اس کیفیت پر کیا خوب صورت تبصرہ امام ابن وکیع التنیسیؒ (م-۳۹۳ھ) نے کیا ہے۔

والغلو يراد به المبالغة في مجيء الشاعر بما يدخل في المعدوم ويخرج عن الموجود (۲۹)

شعراء کے مبالغہ کی یہ حالت ہے کہ کبھی یہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا اور کبھی موجود چیزوں سے صرف نظر کر لیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اسلام لانے کے بعد جو شاعرانہ کلام ہے اس میں وہ رونق اور بلندی پرواز نہیں ہے جو زمانہ جاہلیت کے اشعار میں تھی اس لیے کہ اسلام لانے کے بعد جھوٹ اور اس کے لوازمات پر پابندی عائد تھی جس کی بناء پر وہ حدود قیود میں ہی اشعار کہہ سکتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید میں کہیں جھوٹ اور مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا گیا مگر اس کے باوجود کلام میں وہ خوبصورتی، گہرائی، چمک، مٹھاس اور فصاحت و بلاغت موجود ہے جس کا کوئی فصیح و بلیغ سامنا نہ کر سکا۔ حضرت یوسفؑ کا قصہ طوالت میں معروف ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طول کلام کے باوجود وہ بلاغت کے اعلی ترین درجات کو پہنچا ہوا ہے۔(۳۰)

۲۔ کوئی بھی شاعر یا لکھاری ہو جب وہ کسی مضمون یا قصہ کو دوبارہ ذکر کرتا ہے تو اس کا بعد والا کلام اور تحریر پہلی مرتبہ بیان کیے ہوئے کلام جیسا نہیں ہوتا مگر قرآن کریم میں انبیاءؑ کے قصص اور مبداء ومعاد کے احوال، احکام شرعیہ، صفات الٰہیہ مختلف مقامات پر مختصراً اور مفصلاً بیان ہوئی ہیں، تکرار مضامین کے باوجود ہر جگہ کلام فصاحت کے اعلی ترین معیار کو شامل ہے، کسی بھی مقام پر بالکل تفاوت نہیں ہے۔(۳۱)

اب اس مقام پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ تکرار تو عبث چیز ہے تو پھر مضامین قرآن کے تکرار کی کیا حکمت ہے؟ غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مضامین کو تکرار سے بیان اس لیے کیا گیا ہے کہ اگر ایک اسلوب سے بات سمجھ نہ آئے تو دوسرے اسلوب میں وہ بات بیان کر دی تاکہ مخاطبین پر حق واضح ہو جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (۳۲)

اور البتہ تحقیق ہم نے اس قرآن میں ان لوگوں کے لیے ہر ایک مثال کو کئی طرح سے بیان کیا ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا (۳۳)

اور پھیر پھیر کر سمجھایا ہم نے اس قرآن میں تاکہ وہ سوچیں۔

امام قرطبیؒ (م-۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

والتصريف: صرف الشيء من جهة إلى جهة. والمراد بهذا التصريف البيان والتكريروقيل:

المغايرة، أي غايرنا بين المواعظ ليذكروا ويعتبروا ويتعظوا (۳۴)

اور تصریف کا معنی ہے: کسی شئ کو ایک جہت سے دوسری جہت کی طرف پھیرنا اور اس تصریف سے مراد بیان اور تکرار ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد مغایرت ہے یعنی ہم نے مواعظ کو انداز بدل بدل کے ذکر یا تاکہ وہ غور وفکر کریں اور عبرت و نصیحت حاصل کریں۔

اس لیے قرآن کریم میں مضامین کا تکرار ہے تاکہ لوگوں کو مختلف اسالیب میں بات سمجھائی جاسکے ،اس لیے کہ ہر شخص کے فہم اور اخذ کرنے کی صلاحیت دوسروں سے مختلف ہوتی ہے۔بعض لوگ ایک اسلوب سے بات سمجھ لیتے ہیں جبکہ دوسرے بعض کے لیے وہ اسلوب کار گر ثابت نہیں ہوتا تو انہیں دوسرے انداز سے بات سمجھائی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ تو اپنی مخلوق کی نفسیات سے بخوبی واقف ہیں اس لیے انسانوں کی خاطر قرآن کریم میں اس اسلوب کی بھی رعایت رکھی گئی ہے۔

۳۔ ہر شاعر کا ایک میدان اور فن ہے جس میں رہتے ہوئے وہ معیاری کلام پیش کرتا ہے۔اگر اسے کسی دوسرے فن میں شعر کہنا پڑے تو اس کے لیے یہ بہت مشکل ثابت ہوتا ہے۔مثلا عرب کے شعراء میں امراء القیس کا کلام شراب وشباب ،سامان تعیش ،عورتوں کے تذکرے اور گھوڑوں کی صفات کے گرد گھومتا ہے اور نابغہ کے اشعار میں خوف کا اظہار ہوتا ہے اور اعشیٰ کے اشعار حسن طلب ،شراب کے وصف کے بارے میں ہیں ۔اور زہیر کے کلام میں رغبت وامید اور آس کے دیپ جلتے نظر آئیں گے ۔شعراء فارس میں نظامی ،فردوسی جنگ وجدل کے حوالہ سے اشعار کہنے میں معروف ہیں اور سعدی غزل کہنے میں یکتا ہیں اور انوری قصائد بیان کرنے میں منفرد ہے۔یہ تمام مذکورہ شعرا مخصوص میدان اور فن میں ہی اشعار کہہ سکتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں مختلف الجہات مضامین بیان ہوئے ہیں۔مثلاترغیب ہو یاترہیب، وعظ ونصیحت یا سامان عبرت ،اقوام سابقہ کے واقعات ہوں یانفوس قدسیہ پیغمبروں کے حالات، تمام مضامین اور موضوعات کے اسلوب میں فصاحت وبلاغت اور حسن کلام کا وہ نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ طبیعت انسانی وجدانی کیفیت میں آجاتی ہے۔اس مقام پر امام رازیؒ نے بہت سی مثالیں بھی دی ہیں جو دیکھی جاسکتی ہیں۔(۳۵)

۴۔ قرآن کریم کا یہ بھی اسلوب ہے کہ کسی مقام پر ایجازاًبات کرتا ہے تو دوسرے کسی مقام پر اسی بات کو اطناباًبیان کرتا ہے۔مثلاجنت کی کیا کیفیت وشان کیا ہوگی ۔؟اس سوال کا جواب قرآن کریم نے مختصر ومفصل دیا دونوں طرح دیا ہے۔قرآن کریم نے جو ایجاز واطناب کا انداز اختیار کیا ہے اس پر غور کرنے سے بھی اسلوب قرآن کا مشاہدہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔جنت کی صفت ایجازاًبیان کرتے ہوئے فرمان الٰہی ہے :

وَفِيها ما تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيها خالِدُونَ (۳۶)

اور ان کو وہاں ہر وہ چیز ملے گی جو ان کے جی چاہیں گے اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہو گی اور (ان کو یہ بھی کہا جائے گا کہ) تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔

امام المو ید یحیٰ بن حمزہؒ (م-۷۴۵ھ) لکھتے ہیں:

فهذه نهاية الإيجاز، فإنه قد استولى على جميع اللذات كلها من غير إشارة إلى تفصيل (۳۷)

یہ نہایت ایجاز (اختصار) ہے جو تفصیل کی طرف اشارہ کیے بغیر تمام لذت والی چیزوں کو شامل ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۳۸)

سو کوئی نہیں جان سکتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان چھپا کر رکھا گیا ہے ان کے ان اعمال بدلے میں جو وہ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے۔

امام المو ید یحی بن حمزہؒ لکھتے ہیں:

فهذا أيضا دال على غاية اللذة بأوجز عبارة وألطفها (۳۹)

یہ آیت بھی مختصر عبارت اور لطافت کے ساتھ لذت کی انتہاء پر دلالت کر رہی ہے۔

جنتی کے لیے جو سامان لذت تیار کیا گیا ہے وہ ایسی شان والا ہے کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں جنت کا تذکرہ ایجاز اًہوا ہے۔ جبکہ بعض مقامات پر اس کی تفصیل آئی ہے۔ (۴۰) ان آیات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے قرآن کریم نے جنت کی کیفیت تفصیل سے بیان کی ہے۔ اسی طرح سورہ النباء، (۳۱تا۳۵) اور سورۃ الانسان (۱۲ تا ۱۹) میں جنت کی نعمتوں پر تفصیل سے بات کی گئی ہے۔ اور سورۃ الرحمٰن میں پہلے جنت کا تذکرہ ایجازاًہوا ہے اور اس کے بعد جنت کی کیفیت اور اوصاف کا اطنا باً ذکر کیا۔ (۴۱) یہ قرآن کریم کا انداز اعجاز ہے کہ مختصر اور مفصل دونوں طریقوں سے مضامین کو بیان کرتا ہے۔

۵۔　قرآن کریم چونکہ ہر زمانے کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے اس لیے ایسا اسلوب رکھا گیا ہے کہ ہر دور کا شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہی اس کا اصل مخاطب ہے اور غور وفکر سے وہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے اسی کی زندگی کے مسائل کو قرآن کریم بیان کر رہا ہے مثال کے طور پر دیکھیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (۴۲)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے بس وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اب یہ آیت باوجود مختصر الفاظ کے تمام ضروری چیزوں کو جامع ہے اس میں چار چیزیں بیان کرکے فرمایا ہے کہ جو ان چار چیزوں کے پابند ہیں وہی بامراد اور دین و دنیا میں کامیاب ہیں۔ تفسیر قرطبیؒ میں اس جگہ ایک واقعہ حضرت فاروق اعظمؓ کا نقل کیا گیا ہے جس سے ان چاروں چیزوں کے مفہوم کا فرق اور وضاحت ہو جاتی ہے۔(۴۳)

۶۔ قرآن کریم مختصر اور جامع الفاظ میں تفصیلی مباحث کو شیریں انداز میں سمیٹ دیتا ہے۔

علامہ جار اللہ زمخشریؒ (م-۵۳۸ھ) نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو قرآنی اسلوب کے اختصار اور جامعیت کے حسن کو واضح کر رہا ہے۔

نصاری کے ایک ماہر حکیم نے علی بن حسین بن واقد سے کہا کہ تمہاری کتاب قرآن مجید میں طب سے متعلق کوئی بات نہیں ہے۔؟ حالانکہ علوم کی دو قسمیں، علم الابدان اور علم الادیان، اس پر علی بن حسین نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے علم طب کو نصف آیت میں ذکر کیا ہے۔ اس نے پوچھا کس آیت میں؟ علی بن حسین نے آیت پڑھ کر سنادی:

وَّكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلا تُسْرِفُوا (۴۴)

اور کھاؤ اور پیئو اور حد سے نہ نکلو۔

پھر طبیب نے کہا کہ تمہاری نبی نے بھی اس سلسلہ میں کچھ فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا جی! ہمارے نبی کریم ﷺ نے تو چند الفاظ میں پورے علم طب کو بیان کر دیا۔ اس نے کہا کیسے۔؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے نبی کا فرمان ہے:

معدہ امراض کا گھر ہے۔ اور پرہیز سب سے بڑی دوا ہے۔ اور بدن کو وہ چیز دو جس کا تم اسے عادی کر چکے ہو۔ (۴۵)

اس پر نصرانی طبیب نے کہا:

ما ترك كتابكم ولا نبيكم لجالينوس طباً(٤٦)

تمہاری کتاب اور تمہارے نبی نے جالینوس کے لیے طب باقی نہیں چھوڑی۔

قرآن کریم کے اسلوب کی ایک اور مثال جو اختصار و جامعیت کا شاہکار ہے۔روز ازل سے آج تک انسان نے مختلف چیزوں پر سواری کی ہے اور تا قیامت نجانے کتنی اور ایجادات سامنے آئیں جو انسان کی سواری کے کام آئیں گی قرآن کریم نے انسان کے لیے سواریوں کا ذکر کیا اور قیامت تک آنے والی سواریوں کا بیان کر دیا۔

ارشاد باری ہے:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (٤٧)

اور گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کیے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے اور وہ چیزیں پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

زینت سے وہی شان و شوکت مراد جو عرفاً ان جانوروں کے مالکان کو دنیا میں حاصل ہوتی ہے۔آخر میں سواری کے تین جانور گھوڑے، خچر، گدھے کا خاص طور سے بیان کرنے کے بعد دوسری قسم کی سواریوں کے متعلق بصیغہ استقبال فرمایا:۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

یعنی اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا وہ چیزیں جن کو تم نہیں جانتے۔

اس میں وہ تمام سواریاں بھی شامل ہیں جو بعد کے زمانوں میں سامنے آئیں ہیں اور گزرتے وقت کے ساتھ ایجاد ہونگی۔

(۴) قرآن کریم میں ہر آیت کا دوسری سے ربط ہے۔گو بعض مقامات پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ کلام میں ربط اور جوڑ نہیں ہے تاہم یہ ذوق لطیف کی کمی سے ہوتا ہے اگر غور و فکر اور گہرے تدبر سے مضامین قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو ہر مضمون کا اپنے ما قبل و مابعد سے تعلق ظاہر ہوگا اگرچہ اس کے لیے بڑے اعلی درجے کی صلاحیتیں درکار ہیں۔

چنانچہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (م-۱۳۰۸ھ) لکھتے ہیں:

جب ایک کلام مختلف چیزوں کے بارے میں ہو اور اس میں کلام کا رخ ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی پھیر دیا جائے تو کلام میں حسن ربط باقی نہیں رہے گا اور وہ کلام بلاغت کے عالی درجہ سے گر جائے گا جبکہ قرآن مجید میں ایک قصہ سے دوسرے قصہ کی طرف منتقل ہونے میں اور ایک باب سے دوسرے باب کی طرف نکلنے میں کلام مربوط رہتاہے ۔ قرآن کریم

امر ونہی، خبر، استخبار، وعدہ ، وعید ، اثبات نبوۃ ، توحید ذات، تفرید صفات ، ترغیب ، ترھیب ، مثالوں کے بیان، اور حالات کے بیان کرنے جیسے مضامین پر مشتمل ہے اس کے باوجود پورے قرآن کریم میں کمال ربط اور اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے جو انسانی عادت سے خارج ہے عرب کے بلغاء کی عقلیں قرآن کریم کے آگے متحیر ہیں۔(۴۸)

مثال کے طور پر دیکھیے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

نَبِّئْ عِبَادِيْ اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ (٤٩)

میرے بندوں کو اطلاع دیدو کہ بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور یہ کہ میرا عذاب بھی درد دینے والا عذاب ہے۔

اس کے فوری بعد ارشاد ربانی ہے:

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (٥٠)

اور انھیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنادو۔

بظاہر دیکھا جائے تو ان آیات میں کوئی ربط محسوس نہیں ہوتا، یہ مستقل جملے معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت ان میں ربط ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

وذكر تعالى في الآية أن ضيف إبراهيم عليه السلام بشروه بالولد بعد الكبر. وبإنجاء المؤمنين من قوم لوط من العذاب وأخبروه أيضا بأنه تعالى سيعذب الكفار من قوم لوط بعذاب الاستئصال، وكل ذلك يقوي ما ذكره من أنه غفور رحيم للمؤمنين، وأن عذابه عذاب أليم في حق الكفار(٥١)

اوراللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابراہیمؑ کے مہمانوں کا تذکرہ کیا، انہوں نے آپؑ کو بڑھاپے کے بعد اولاد کی، اور مومنین کو قوم لوط پر جو عذاب آنا تھا اس سے بچانے کی بشارت دی تھی۔ اور اس بات کی بھی خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ عنقریب قوم لوط کے کفار کو جڑ سے مٹادینے والا عذاب دے گا۔ اور یہ سب تائید کرتا ہے جو ذکر کیا گیا کہ وہ غفور رحیم ہے مومنین کے لیے اور اس کا دردناک عذاب کفار کے حق میں ہے۔

امام رازیؒ نے ربط آیات بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ کھولا کہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جو فرشتے آئے تھے انہوں نے آپ علیہ السلام کو اس بڑھاپے کی عمر میں اولاد کی خوشخبری سنائی اورمزید یہ بتایا کہ قوم لوط پر عذاب خداوندی آئے گااور مومنین کو بچالیاجائے گا یہ" اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ "جو پہلی آیت تھی اس سے ربط ہے۔کہ اللہ اپنے بندوں پر رحم کرتاہےاور نیکوکاروں کو معاف کرتاہے۔اوران فرشتوں نے قوم لوط پر نیست و نابود کر دینے والاعذاب نازل کرناتھااس کا تعلق وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ سے ربط ہے کہ اللہ کاعذاب بہت دردناک ہے۔ ان آیات پر غور کریں تو ربط و نظم سمجھ میں آجائے گا۔

(۵) قرآن کریم علوم وفنون کاجامع ہے جملہ علوم کی طرف رہنمائی قرآن کریم سے ملتی ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

> قرآن کریم تمام علوم میں اصل ہے۔ساراعلم الکلام قرآن کریم میں ہے۔اور علم فقہ مکمل ماخوذ قرآن کریم سے کیاگیاہے۔اوراسی طرح علم اصول فقہ،علم النحو،علم لغت،علم الزھد،آخرت کی خبریں،اخلاق فاضلہ کا استعمال وغیرہ یہ سب قرآن کریم میں موجود ہیں۔اور جو ہماری کتاب "دلائل الاعجاز" کو پڑھے وہ جان جائے گا کہ قران کریم میں انتہائی درجے کی فصاحت کی تمام وجوہ پائی جاتی ہیں۔ (۵۲)

(۶) قرآن کریم ابتدائے کائنات کے رازوں سے پردے اٹھاتا ہوا مختلف تاریخی واقعات وحالات کو بیان کرتاہے امت مسلمہ کے لیے عقائد واحکامات وعبادات ودیگر مضامین کا ذکر کرتاہےمگر کسی مقام پر تضاد نظر نہیں آئے گا یہ بھی اس کے اعجاز کی روشن مثال ہے۔

ارشادربانی ہے:

> اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (۵۳)
>
> کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن سوائے اللہ کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

> لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِه تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (۵۴)
>
> جس میں نہ آگے اور نہ پیچھے سے غلطی کا دخل ہے حکمت والے تعریف کیے ہوئے کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

اعجاز القرآن کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں جو اس مختصر سے مقالہ میں نہیں سما سکتے اہل علم متقدمین ومتاخرین علماء کی اس موضوع پر کتب کی ورق گردانی سے مزید سیرابی حاصل کر سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

قرآنی علوم میں ایک اہم علم "اعجاز القرآن" سے متعلق ہے ہر صدی میں اعجاز القرآن پر علماء و محققین نے کام کیا ہے اور اس حوالے سے نئی جہات اور چیزیں سامنے لانے کی کوششیں کی ہیں مگر ابھی بھی اس کا مکمل احاطہ نہیں ہوا۔اس لیے کہ قرآن کریم علوم ومعرفت اور دانش وحکمت کا وہ سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ،چونکہ یہ اس ذات کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کے علم کی کوئی حد نہیں ہے جبکہ انسان کے سوچنے و سمجھنے کی صلاحیت محدود ہے اس لیے قران کریم جن اعجازی خصوصیات سے مزین ہے ان تمام کا بیان کرنا انسانی قدرت سے باہر ہے تاہم بشری طاقت کے پیش نظر اس کا مطالعہ ہوتا رہے گا۔

قرآن کریم جملہ علوم وفنون کا جامع ہے اور اس میں مختلف مضامین کا بیان ہوا ہے ان کا تعلق تعلیم سے ہو یا تذکیر سے ،وعدہ سے ہو یا وعید سے ،اخلاقیات سے ہو یا معاشیات وسیاسیات سے ہو ،ملل قدیمہ کے بارے میں معلومات سے ہو یا انبیاءؑ کی حیات مقدسہ سے ہو ،مشاہدہ کائنات سے ہو یا تفہیم کے لیے دی گئی تمثیلات سے ہو ، تمام مضامین اور موضوعات کے اسلوب میں فصاحت وبلاغت اور حسن کلام کی وہ رونق ملتی جو اہل ذوق کو عجیب سی لذت سے ہمکنار کرتی ہے اور پورے قرآن کریم میں مختلف مضامین کے بیان اور ایک موضوع سے دوسرے کی طرف التفات کے باوجود نظم وربط میں کوئی فرق نہیں ہے جس کے آگے انسانی فہم حیرت زدہ ہے، جملوں کی ترکیب وبناوٹ اور ایک ہی بات کو مختلف اسالیب میں بیان کرتے وقت زور بیان میں کوئی فرق نہ آنا باعث تعجب ہے۔ عرب میں بڑے بڑے نامور خطیب ،ادیب اور قادر الکلام لوگ تھے مگر قرآن کریم کے اعجاز کے آگے وہ بے بس ہوگئے ،اور جن لوگوں نے قرآن کریم کا مقابلہ کرنا چاہا وہ عاجز آگئے۔اس کتاب میں جتنا غور وفکر کیا جائے گا اتنی ہی معرفت وآگہی کی راہیں کھلتی جائیں گی اور اعجازی پہلو نمایاں ہوتے جائیں گے اور اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان وایقان بڑھتا چلا جائے گا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) **الزرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین**،البرھان فی علوم القرآن،**۱۳۷۶ھ، داراحیاءالکتب العربیہ عیسی البابی الحلبی وشرکائہ جلد ۲، صفحہ ۹۳تا۱۰۹؛** الاتقان فی علوم القران، **جلد ۴، صفحہ ۳تا۲۷**

(۲) **القرآن، یونس:۳۸**

(۳) **الباقلانی، محمد بن طیب، ابو بکر**،اعجاز القرآن ،**مصر، دارالمعارف،۱۹۹۷ء جلد۱، صفحہ ۱۳**

(۴) **الزرکشی**،البرھان فی علوم القرآن، **جلد ۲، صفحہ ۹۶**

(۵) **ایضا**

(۶) **الباقلانی، محمد بن طیب، ابو بکر**،اعجاز القرآن ،**مصر، دارالمعارف،۱۹۹۷ء جلد۱، صفحہ ۱۴**

(۷) **ابن تیمیہ الحرانی، احمد بن عبدالحلیم**،الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، **السعودیۃ، دارالعاصمۃ، ۱۴۱۹ھ، جلد۵، صفحہ ۴۲۹؛ جلد ۲، صفحہ ۹۳؛ الکیرانوی، رحمت اللہ، علامہ**،اظھار الحق، **الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیہ والافتاءوالدعوۃوالارشاد، ۱۴۱۰ھ، جلد ۳، صفحہ ۷۹۹**

(۸) **ابن تیمیہ الحرانی**،الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، **جلد۵، صفحہ ۴۲۹**

(۹) **القرآن، الاسراء:۸۸**

(۱۰) البرھان فی علوم القرآن، **جلد ۲، صفحہ ۹۴؛ السیوطی**،الاتقان فی علوم القران، **جلد ۴، صفحہ ۷**

(۱۱) **الکیرانوی، رحمت اللہ، علامہ**،اظھار الحق، **جلد ۳، صفحہ ۷۹۹**

(۱۲) **الرازی**،مفاتیح الغیب، **جلد ۲، صفحہ ۳۴۸**

(۱۳) **ابن تیمیہ الحرانی**،الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، **جلد۵، صفحہ ۴۲۸**

(۱۴) **الزرکشی**،البرھان فی علوم القرآن، **جلد ۲، صفحہ ۱۰۶**

(۱۵) **القاسمی، محمد جمال الدین**،محاسن التاویل، **بیروت، دارالکتب العلمیۃ،۱۴۱۸ھ، جلد۱، صفحہ ۱۷۶**

(۱۶) **القرآن، الحدید:۱**

(۱۷) **القرآن، النمل:۶۵**

(۱۸) **القرآن، النمل:۶۵**

(۱۹) **القران، البقرہ:۳۳**

(۲۰) السیوطی، معترک الاقرن فی اعجاز القرآن، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ، جلد۳، صفحہ ۴۸۰

(۲۱) الدینوری، ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم، تاویل مشکل القرآن، بیروت، دار لکتب العلمیہ، س ن، جلد ا، صفحہ ۱۳

(۲۲) الدینوری، تاویل مشکل القرآن،، جلد ا، صفحہ ۱۳

(۲۳) الجصاص، الرازی، احمد بن علی، ابو بکر، احکام القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ، جلد ا، صفحہ ۱۹۷

(۲۴) الجصاص، احکام القرآن، جلد ا، صفحہ ۱۹۷ العسکری، حسن بن عبد اللہ، ابو ھلال، الصناعتین، بیروت، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۱۹ھ، جلد ا، صفحہ ۱۷۵

(۲۵) القرآن، البقرہ: ۱۷۹

(۲۶) الجصاص، احکام القرآن، جلد ا، صفحہ ۱۹۷ ؛ المجاشی، علی بن فضال، ابو الحسن، النکت فی القرآن الکریم، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۸ھ، جلد ا، صفحہ ۱۵۴

(۲۷) الالوسی، محمود بن عبداللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، جلد ا، صفحہ ۴۴۸

(۲۸) قدامہ بن جعفر، البغدادی، نقد الشعر، قسطنطنیہ، مطبعہ الجوائب، ۱۳۰۲ھ، س ن، جلد ا، صفحہ ۱۹

(۲۹) ابن وکیع، حسن بن علی، ابو محمد، المنصف للسارق والمسروق منہ، جامعہ قات یونس بن غازی، ۱۹۹۴ء، ۱/۱۸۷

(۳۰) الرازی، مفاتیح الغیب، جلد۲، صفحہ ۳۴۷ الکیرانوی، اظہار الحق، جلد۳، صفحہ ۷۷۶

(۳۱) الرازی، مفاتیح الغیب، جلد۲، صفحہ ۳۴۷ الکیرانوی، رحمت اللہ، اظہار الحق، جلد۳، صفحہ ۷۷۷

(۳۲) القرآن، الکہف: ۵۴

(۳۳) القرآن، الاسراء: ۴۱

(۳۴) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد۱۰، صفحہ ۲۶۴

(۳۵) الرازی، مفاتیح الغیب، جلد۲، صفحہ ۳۴۸ الکیرانوی، رحمت اللہ، اظہار الحق، جلد۳، صفحہ ۷۷۹

(۳۶) القرآن، الزخرف: ۱۷

(۳۷) المویدی، یحیٰ بن حمزہ بن علی بن ابراہیم، الطراز الاسرارالبلاغۃوعلوم حقائق الاعجاز، بیروت، المکتبۃ العصریہ، ۱۴۲۳ھ، جلد۲، صفحہ ۱۳۰

(۳۸) القرآن،السجدہ:۱۷

(۳۹) الموید،یحیٰ بن حمزہ،الطراز الاسرارالبلاغةوعلوم حقائق الاعجاز،جلد۲،صفحہ ۱۳۰

(۴۰) دیکھیے سورۃ محمد،آیت ۱۵اور سورۃ الغاشیہ آیت ۱۰تا۱۶،سورۃ الواقعہ آیت ۱۷تا۲۲

(۴۱) المو ید،یحیٰ بن حمزہ،الطراز الاسرارالبلاغةوعلوم حقائق الاعجاز،جلد۲،صفحہ ۱۳۱،۱۳۰

(۴۲) القرآن،النور:۵۲

(۴۳) القرطبی،الجامع لاحکام القرآن،جلد۱۲،صفحہ ۲۹۵ ؛ مفتی شفیع،مولانا،معارف القرآن ،کراچی ،ادارة المعارف، ۱۴۲۶ھ ء،جلد۶،صفحہ ۴۳۷

(۴۴) القرآن:الاعراف،۳۱

(۴۵) کتب حدیث میں یہ روایت نہیں ملی،تاہم چند دیگر مفسرین نے یہ پوراواقعہ اسی روایت سے نقل کیاہے یوں معلوم ہوتاہے جیسے انہوں نے زمخشری کی تفسیر سے اخذ کیاہو۔

(۴۶) الزمخشری،جاراللہ ،محمود بن عمرو،الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل،بیروت،دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ، جلد۲، صفحہ ۱۰۰؛ النسفی،عبداللہ بن احمد،ابوالبرکات، مدارک التنزیل وحقائق التاویل،بیروت، دارالکلم الطیب، ۱۴۱۹ھ،جلد۱،صفحہ ۵۶۴؛ المظہری،ثناء اللہ،قاضی،التفسیر المظهری، پاکستان،مکتبة الرشدیہ، ۱۴۱۲ھ، جلد۳،صفحہ ۳۴۷ ؛ الالوسی،روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، جلد۴،صفحہ ۳۵۰

(۴۷) القرآن،النحل:۸

(۴۸) الکیرانوی،رحمت اللہ،علامہ،اظهار الحق،جلد۳،صفحہ ۷۷۰

(۴۹) القرآن،الحجر:۵۰،۴۹

(۵۰) القرآن،الحجر:۵۱

(۵۱) الرازی،مفاتیح الغیب،جلد۱۹،صفحہ ۱۵۰

(۵۲) الرازی،مفاتیح الغیب،جلد۲،صفحہ ۳۴۸

(۵۳) القرآن،النساء:۸۲

(۵۴) القرآن،فصلت:۴۲

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆